قال اللہ تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

مسئلۂ تقلید

قرآن و حدیث اور اقوالِ علمائے سلف کی روشنی میں

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ دار العلوم دیوبند

Www.ahlehaq.Com

pasbanehaq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

مسئلہ تقلید

(قرآن وحدیث اور اقوال علمائے سلف کی روشنی میں)

از

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ دارالعلوم دیوبند

☆

نصیر بک ڈپو۔ حضرت نظام الدین نئی دہلی

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت

اس امر سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ دین وشریعت کی حفاظت انتہائی ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ دین کی حفاظت کے بغیر انسان نہ تو دین پر چل سکتا ہے اور نہ ہی ان کامیابیوں کو حاصل کرسکتا ہے جن کی طرف دین لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بار بار دین اور امور دین کی حفاظت کی تاکید وتلقین آئی ہے۔ دین کے وہ معاملات جن کا صراحت اور وضاحت کے ساتھ کتاب وسنت میں حکم آیا ہے ان کو واجب بالذات کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض وہ واجبات ہوتے ہیں کہ کتاب وسنت سے واجب قرار دیے ہوئے اعمال پر عمل کرنا ان کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ واجب کی ادائیگی کا مقدمہ اور ذریعہ بنتے ہیں اور یہ شرعی ضابطہ ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور یہ ضابطہ مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمى ثم تركه فليس منا او قد عصىٰ (رواه مسلم) (۱)

ترجمہ:- عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار ہے۔

ف۔ ظاہر ہے کہ تیراندازی کوئی عبادت مقصودہ نہیں ہے، مگر چونکہ بوقت ضرورت ایک واجب یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے ترک کرنے پر وعید فرمائی جو اس کے واجب ہونے کی علامت ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ واجب کا مقدمہ

(۱) مشکوۃ شریف ص ۳۳۶

بھی واجب ہوتا ہے۔ شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً قرآن کریم اور احادیث شریفہ کو جمع کر کے لکھنے کی کتاب وسنت میں کہیں بھی تاکید نہیں آئی ہے۔ لیکن ان کے محفوظ رکھنے ضائع ہونے سے بچانے کی زبردست تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہے کتابت کے بغیر ان کا محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہیں، اس لیے قرآن وحدیث کی کتابت کو ضروری سمجھا جائے گا چنانچہ اس کے واجب اور ضروری ہونے پر پوری امت کا دلالۃً اجماع ہے اس قسم کے واجب کو واجب بالغیر کہتے ہیں۔

تقلید شخصی کا واجب ہونا بھی اسی قبیل سے کیونکہ دین کی حفاظت جو ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے وہ خیر القرون کے بعد تقلید شخصی کے بغیر ممکن نہیں ہے تقلید نہ کرنے سے دین کے بے شمار امور بلکہ پورے دین میں زبردست خلل واقع ہوتا ہے اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ مسائل فرعیہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا ثبوت ایسی آیات کریمہ یا احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہوتا ہے جن میں بظاہر نہ تو کوئی تعارض ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کئی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں بلکہ مسائل پر ان کی دلالت قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں اس طرح کے مسائل میں کسی بھی مجتہد کیلئے اجتہاد کرنا جائز نہیں کیونکہ اجتہاد کی شرائط میں سے ہے کہ وہ حکم صراحۃً ثابت نہ ہو۔ اور جب ان مسائل میں اجتہاد نہیں تو ان مسائل میں کسی کی تقلید بھی نہیں ہے۔

دوسری قسم ان مسائل کی ہے۔ جن کا ثبوت وضاحت کے ساتھ کسی آیت اور حدیث میں نہیں ملتا۔ یا اگر ثبوت پایا جاتا ہے تو وہ آیت اور حدیث اور بھی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہے۔ یا کسی دوسری آیت یا حدیث سے بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو مسائل اجتہادیہ کہتے ہیں اور ان کا صحیح حکم مجتہد کے اجتہاد ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے اندر اجتہاد کی قوت نہیں رکھتا۔ اگر ان مسائل میں رائے زنی کرنے لگے تو نفسانی خواہشات کے پھندوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ امت کے بعض افراد کو ایسی قوت استنباط واجتہاد عطا کی جائے جس کے ذریعہ وہ نصوص کتاب وسنت میں غور وفکر کر کے مسائل غیر منصوصہ کے احکام معلوم کر سکیں

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

امت کے سامنے پیش کردے تاکہ ان کیلئے دین پرعمل کا راستہ بے خطر اور آسان ہو جائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے وہ حضرات جو ہمہ وقت دربار نبوی کے حاضر باش تھے۔ انہیں اس قوتِ اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا کافی وشافی جواب تھی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اس لئے وہ ہر بات حضور ﷺ سے براہ راست معلوم کر سکتے تھے، مگر وہ حضرات جو اس دور مبارک میں دربار نبوی سے باہر قیام پذیر تھے یا وہ حضرات جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا وہ حضرات جو بعد میں پیدا ہوئے وہ اس قوتِ اجتہاد کے حد درجہ محتاج تھے کیونکہ ان کے دین کی حفاظت ہی اس قسم کے مسائل اجتہادیہ میں اسی اجتہاد کے ذریعہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے خدائے رحیم وکریم نے بے شمار صحابہ کرام تابعین عظام، تبع تابعین اور بعد والوں کو (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس دولتِ اجتہاد سے سرفراز فرمایا۔

جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے صاف لفظوں میں نعمت اجتہاد کی تائید وتحسین اور اس پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے۔

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ ﷺ لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء؟ قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ ﷺ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ ﷺ صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضیٰ رسول اللہ (۱)

ترجمہ:- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا جب کوئی قضیہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے عرض کیا

---

(۱) ابوداؤد شریف ص ۱۴۹، مشکوۃ ص ۳۲۴

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں میں نہ ملے تو؟ عرض کیا اس وقت اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

الغرض ! دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی حضرات مجتہدین نے مسائل شرعیہ غیر منصوصہ میں اجتہاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور جو حضرات رتبۂ اجتہاد تک نہیں پہنچ سکتے تھے انہوں نے یہ یقین کر کے کہ یہ حضرات مجتہدین علم وتقوٰی فہم وفراست دین ودیانت اور توفیق الٰہی سے سرفراز ہونے میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے بذریعہ اجتہاد جو کچھ معلوم کیا ہے وہ در حقیقت یا تو رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جو بغرض اختصار موقوف کردی گئی ہیں۔ یا صحیح استنباطات ہیں جو نصوص کتاب وسنت سے لیے گیے ہیں اس لیے وہ بہرحال قابل اتباع ہیں۔ اس بنا پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے۔

ویستدل باقوال الصحابة والتابعين علماً منهم انها احاديث منقولة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اختصروها فجعَلُوها موقوفة الى ان قال او ان يكون استنباطاً منهم من المنصوص او اجتهاداً منهم بآرائه وهم احسن صنيعاً في كل ذالك ممن يجئى بعدهم واكثرُ اصابةً واقدم زماناً واوعىٰ علماً فتعين العمل بها (۱)

ترجمہ:۔ اور (تبع تابعین) صحابہ کرام اور تابعینؒ کے اقوال سے استدلال کیا کرتے تھے کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو احادیث ہیں جو منقول ہیں رسول اللہ ﷺ سے جن کو مختصر کر کے موقوف بنالیا ہے یا یہ اقوال حصہ

(۱) الانصاف ص: ۲۰،۲۱

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

منصوص سے حضرات صحابہ وتابعین کے استنباط ہیں یا ان کی رایوں سے بطور اجتہاد لیے گئے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین ان سب باتوں میں ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان کے بعد میں ہوئے۔ صحت تک پہنچنے میں اور زمانے کے اعتبار پیشتر اور علم کے لحاظ سے بڑھ کر ہیں اس لیے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوا۔

بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے

اپنے اسلاف پر اعتماد کرنا اور ان کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ رکھنا وہ دولت ہے جس کے صدقہ میں آج دین اپنی صحیح شکل میں ہمارے ہاتھوں میں محفوظ ہے اسی بات کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد الجید میں بیان فرمایا ہے۔

ان الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف فى معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا فى ذالك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا فى كل طبقة اعتمدوا العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذالك لا ن الشريعة لا يعرف الا با لنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان يأخذ كل طبقة عمن قبلها بالا تصال (١)

ترجمہ :- معرفت شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہ کرام اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح بعد والے علماء اپنے متقدمین پر اعتبار کرتے آئے۔ اور عقل سلیم بھی اس کو اچھا سمجھتی ہے کیونکہ شریعت بغیر نقل اور استنباط کے معلوم نہیں ہو سکتی اور نقل اسی وقت صحیح ہوگی جب بعد والے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتے چلے آئیں۔

خطیب بغدادی نے " الفقیہ والمتفقہ" میں اجتہاد اور تقلید کی ان ضروریات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

والاحكام على ضربين عقلى وشرعيٌ ۔ فالعقلى فلا يجوز فيه التقليد كمعرفة الصانع وصفاته ومعرفة الرسول ﷺ وصدقه وغير ذالك من الاحكام

(١) عقد الجید ص: ٣٦

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

وحکی عن عبیدالله الحسن العنبری انه قال یجوزالتقلیدفی اصول الدین وهذاخطاء لقول الله تعالیٰ اتبعوامااُنزل الیکم من ربکم ولاتتبعوامن دونه اولیاء قلیلاًما تذکرون (الاعراف)قال الله تعالیٰ واذاقیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوابل نتبع ماالفیناعلیه آبائنااولو کان آبائهم لایعقلون شیئاًولایهتدون (البقرة)

واماالاحکام فضربان احدهما ما یُعلم بالضرورة من دین الرسول ﷺ کاالصلوات الخمس والزکاة وصوم شهر رمضان و الحج وتحریم الزنا وشرب الخمر وما اشبه ذالك فهذا لا یجوز التقلید فیه لان الناس کلهم یشترکون فی ادراکه والعلم به فلا معنیٰ للتقلید فیه- وضرب لایعلم إلابالنظر والاستدلال کفروع العبادات والمعاملات والمناکحات وغیر ذلك من الاحکام فهذا یسوغ فیه التقلید بدلیل قوله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکران کنتم لاتعلمون(النحل)وامامن یسوغ له التقلیدفهوالعامی الذی لایعرف طرف احکام شریعته فیجوزله ان یقلد عالماًویعمل بقوله قال الله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (واهل الذکر اهل العلم کما قال عمر بن قیس)

وعن ابن عباس ان رجلاً اصابه جرحٌ فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فاحتلم فامر بالاغتسال فمات فبلغ ذالك النبی صلی الله علیه وسلم فقال قتلوه قتلهم الله إن شفاء العی السوال الخ ـ

ولانه لیس من اهل الاجتهاد فکان فرضه التقلید کتقلید الاعمیٰ فانه لما لم یکن معه آلة الاجتهاد فی القبلة کان علیه تقلید البصیر فیها(۱)

ترجمه:- احکام کی دو قسمیں ہیں۔ عقلی اور شرعی۔

عقلی احکام میں تقلید جائز نہیں ہے جیسے صانع عالم اور اس کی صفات کی معرفت اس طرح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ عبید اللہ حسن عنبری سے منقول ہے کہ وہ اصول دین میں بھی تقلید کو جائز کہتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے تمہارے رب کی جانب سے جو وحی آئی اسی پر عمل کرو اس کے

(۱) الفقیه والمتفقه ج ۲ ص ۱۲۹ تا ۱۳۲ طبع دار ابن الجوزیہ

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو کس قدر کم تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کی اتباع کرو تو وہ لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس چیز کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ ودادا کو پایا ہے چاہے ان کے باپ دادا بے عقل اور بے ہدایت ہوں۔

دوسری قسم احکام شرعیہ، اوران کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دین کے وہ احکام جو وضاحت وصراحت کے ساتھ معلوم ہوں۔ جیسے روزہ نماز حج زکوٰۃ اسی طرح زنا اور شراب کا حرام ہونا وغیرہ تو ان میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں اس لیے ان میں تقلید کا کوئی معنیٰ نہیں۔

(۲) دین کے وہ احکام جن کو نظر واستدلال کے بغیر نہیں جانا جا سکتا جیسے عبادات معاملات۔ نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل تو ان میں تقلید کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے قول فاسئلو ا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کی دلیل ہے۔ اور وہ لوگ جن کو تقلید کرنی ہے وہ حضرات ہیں جن کو احکام شرعیہ کے استنباط کے طریقے معلوم نہیں ہیں۔ تو ان کے لیے کسی عالم کی تقلید اور اس کے قول پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اہل علم سے معلوم کرو اگر تم کو معلوم نہیں ہے۔ ....

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے دور مبارک میں زخمی ہو گئے پھر انہیں غسل کی حاجت ہو گئی لوگوں نے انہیں غسل کرنے کا حکم دے دیدیا جس کی وجہ سے ان کی موت ہو گئی۔ اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا خدا ان کو برباد کرے ان لوگوں نے تو اس بچارے کو قتل کر دیا۔ عاجز رہ جانے والے کی کامیابی سوال کر لینے ہی میں ہے۔

دوسری اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ شخص اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو اس پر تقلید ہی فرض ہے۔ جیسے اندھا جب اس کے پاس ذریعۂ علم نہیں ہے تو قبلہ کے سلسلہ میں اس کو کسی دیکھنے والے کی بات ماننی ہوگی۔

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

تقلید کی حقیقت

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام شریعت کی جڑ ہی گذشتہ بڑوں پر اعتماد واعتبار ہے تو اب تقلید کا معنیٰ سمجھنا آسان ہوگیا کہ کسی آدمی کا کسی رہنمائے دین کے قول وفعل کو محض حسن ظن کی بنا پر تسلیم کر کے عمل کر لینا اور اپنے تسلیم وعمل کو اس بزرگ کی دلیل معلوم ہونے تک ملتوی نہ کرنا۔

مولانا قاضی محمد اعلیٰ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التقلید:اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقداً للحقیة من غیر نظر الی الدلیل کان ھذاالمتبع جعل قول الغیراو فعلہ قلادة فی عنقہ من غیر مطالبة دلیل(۱)

ترجمہ:۔ تقلید انسان کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اس کے قول یا فعل میں اسے حق سمجھتے ہوئے دلیل پر نظر کیے بغیر گویا اس متبع نے غیر کے قول یا فعل کو بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے اپنی گردن کا ہار بنالیا۔

نامی شرح حسامی کے اندر ہے التقلید اتباع الغیر علی انہ محق بلا نظر فی الدلیل۔

ترجمہ:۔ تقلید غیر کی اتباع کرنا اس کے برحق ہونے کے گمان پر بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے۔

دونوں تعریفوں کا حاصل یہی ہے کہ مجتہد کے قول وفعل کو معلوم کر کے محض حسن ظن اور عقیدت کی بنا پر تسلیم اور عمل کرے اور تسلیم وعمل کے وقت مجتہد کی دلیل کی فکر نہ کرے۔اور نہ اس سے دلیل طلب کرے خواہ بعد میں وہی دلیل معلوم ہوجائے جو مجتہد کے پیش نظر تھی یا اپنے مطالعہ اور تحقیق سے اس مسئلہ کے بہت سے دلائل معلوم ہوجائیں تو یہ معلوم ہوجانا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔تقلید کے مفہوم میں عمل کرتے وقت اور تسلیم کرتے وقت دلیل کا مطالبہ نہ کرنا داخل ہے لیکن دلیل نہ ہونا یا دلیل کا علم نہ ہونا یہ مفہوم تقلید میں داخل نہیں ہے لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تقلید لوازم جہالت میں ہے صحیح نہیں ہے۔

---

(۲) کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۱۶ (۳) نامی شرح حسامی ص: ۱۹۰

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

تقلید شخصی اور غیر شخصی کی تعریف

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں (۱) تقلید شخصی (۲) اور تقلید غیر شخصی۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک معین مذہب کی تقلید کرنا جس کی نسبت کسی ایک امام کی طرف ہو۔

تقلید غیر شخصی یہ ہے کہ ایک متعین مذہب کی تمام مسائل میں پابندی نہ کرنا بلکہ کوئی مسئلہ کسی مجتہد کا لینا اور کوئی مسئلہ کسی اور مجتہد کا لینا۔

تقلید غیر شخصی کا دور

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں مسائل دینیہ حاصل کرنے کے تین طریقے تھے ایک تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی دوسرا طریقہ اجتہاد۔ تیسرا تقلید جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے یا ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات یا رابطہ آسان تھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات یا رابطہ نہیں ہوسکتا تھا۔ تو وہ حضرات اگر اپنے اندر خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے تو اجتہاد کر لیتے تھے اور اگر صلاحیت اجتہاد نہ ہوتی یا اجتہاد نہ کرنا چاہتے تو جو معتبر عالم مل جاتا اس سے تحقیق کر لیتے اور عمل پیرا ہو جاتے تھے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب دین حاصل کرنے کے دو ہی طریقے رہ گئے ایک اجتہاد دوسرا تقلید خدائے کریم کے اس امت پر خصوصی فضل و کرم کی وجہ سے امت میں بے شمار مجتہدین پیدا ہوئے۔ مگر ابتداء میں کسی مجتہد کے اصول و قواعد منضبط اور مرتب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے مسائل اجتہادیہ فرعیہ منضبط اور مدون ہوئے تھے اس لئے کسی خاص مجتہد کے تمام مسائل اجتہادیہ کی اطلاع حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا آسان نہ تھا۔ اس وجہ سے جس کو جو مجتہد مل جاتا اس سے اپنی ضرورت کا مسئلہ دریافت کر کے اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کر لیتا۔ کسی خاص مجتہد کی پابندی نہ تھی اور لوگوں کے طبائع میں دین اور تقویٰ

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

کے غلبہ کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہ تھی اور نہ ہی اس وقت یہ ممکن تھا یہ سلسلہ دوسری صدی کے اخیر تک بلا کسی نکیر کے جاری رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

لان الناس لم یزالو من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان ذالك باطلاً لا نکروه (۱)

ترجمہ:- اس لیے کہ لوگ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مذاہب اربعہ کے ظاہر ہونے تک جو علماء انہیں مل جاتے تھے ان کی تقلید کرلیا کرتے تھے اس پر کسی معتبر آدمی نے انکار بھی نہیں کیا اگر یہ غلط ہوتا تو لوگ ضرور اس پر نکیر کرتے۔

تقلید شخصی کا رواج

دوسری صدی ہجری میں مجتہدین کرام کے اصول وفروع کی تدوین اور ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مجتہدین کرام کے قابلِ قدر شاگردوں نے اپنے اساتذہ کرام کے مذاہب کی بقا اور ان کی ترویج واشاعت کی کوشش کرنی شروع کیں تو دوسری صدی کے بعد اکثر لوگوں میں مذہب معین کی تقلید کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر اس وقت چونکہ مجتہدین حضرات کے مذاہب کے مدون اور مرتب مجموعے ہر جگہ موجود نہ تھے اور نہ ہر شخص کو بآسانی فراہم ہو سکتے تھے۔ اس لیے یہ مجموعے جن حضرات کی دسترس سے باہر تھے وہ اب بھی حسبِ دستور تقلید غیر شخصی پر ہی عامل تھے۔ اور جو حضرات تقلید شخصی پر عمل کرنے لگے تھے وہ بھی ان چار مذاہب تک محدود نہ تھے۔ بلکہ ان چار کے علاوہ بہت سے مجتہدین کے مذاہب اور ان کے ماننے والے پائے جاتے تھے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی کی ملی جلی مگر تقلید شخصی کے غلبہ کی یہ کیفیت چوتھی صدی ہجری تک جاری رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے ہیں۔

---

(۱) عقد الجید ص ۳۳

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب فی ذالك الزمان۔ (الانصاف ص ۵۲)

ترجمہ :- دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہدین کے مذہب پر چلنے کا رواج ظاہر ہوا۔ کسی غیر متعین مذہب پر نہ چلنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی اور اس زمانے میں یہی واجب تھا۔

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار

مگر چوتھی صدی ہجری میں جب مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی کتابیں مرتب اور مدون ہوکر اطراف عالم میں پھیل گئیں اور ان مذاہب پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ اور ان چاروں حضرات کے علاوہ دیگر مجتہدین کرام کے مذاہب کے آثار جو چوتھی صدی ہجری سے قبل کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے رفتہ رفتہ مفقود ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان چاروں حضرات کے مذاہب کے سوا اہل حق کا کوئی اور مذہب باقی نہ رہ گیا اور اب کسی نئے اجتہاد کی ضرورت بھی نہ تھی تو مشیت الٰہی سے انہیں چاروں مذاہب کے اندر تقلید شخصی کا انحصار ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ "عقد الجید" میں فرماتے ہیں۔

"لما اندرست المذاهب الحقة الا هذه كان اتباعها اتباعاً لسواد الاعظم" (عقد الجید ص ۳۳)

ترجمہ :- جب ان چاروں کے علاوہ دیگر مذاہب حقہ ناپید ہوگئے تو اب ان کی اتباع ہی سواد اعظم کی اتباع ہے۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں فرماتے ہیں۔

وقف التقليد فی الديار والامصار عند هولاء الاربعة ودرس المقلدون لماسواهم وسد الناس باب الخلاف وطرقه ولما كثرت تشعب الاصطلاحات فی العلوم وبما عاق عن الاصول الی رتبة الاجتهاد ولما خشی من اسناد الی غير اهله من لا يوثق بدينه ولا رأيه فصرحوا بالعجز والا عواز ورد الناس الی تقليد هؤلاء كل من اختص من المقلدين وحظروا ان يتداول تقليد هتم لما فيه من

التلاعب ولم يبق الا نقل مذاہبہم وعمل كل مقلد بمذهب من قلّده منهم بعد تصحيح الاصول واتصال سندها بالرواية لا محصول اليوم للفقه غير هذا ومدعى الاجتهاد لهذا العهد مردودٌ على عقبه ومهجورٌ تقليده وقد صار اهل الاسلام على تقليد هؤ لاء الاربعة ۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۸)

ترجمہ :- دیار وامصار میں انہیں ائمہ کرام پر تقلید آ کر ٹھہرائی گئی اور ان کے علاوہ کے مقلدین حضرات ختم ہو گئے لوگوں نے اختلافات کے راستے اور دروازے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحات علمیہ بدل گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد کا سلسلہ ایسے آدمی تک نہ پہنچ جائے جو اس کا اہل نہ ہو اور اس کی رائے اور دین داری قابل اعتماد نہ ہو۔ اس بنا پر علمائے کرام نے اجتہاد سے اپنا عجز اور اس کے دشوار ہونے کی صراحت کر دی اور لوگ جن مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آرہے تھے انہیں کی تقلید کی ہدایت کرنے لگے انہوں نے اس بات کا خطرہ محسوس کیا کہ کبھی کسی اور کبھی کسی کی تقلید دین کو کھیل نہ بنادے۔ لہذا اب صرف مذاہب فقہیہ کی نقل باقی رہ گئی۔ اصول کی تصحیح اور سند کے اتصال کا لحاظ کر کے ہر مقلد اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا۔ اور اب فقہ کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں رہ گیا اور اس زمانے میں اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا قابل رد اور اس کی تقلید قابل ترک ہے اب اہل اسلام کا انہیں چاروں مذاہب کی تقلید پر اجماع ہو گیا۔

فضل الٰہی سے صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باقی رہ جانا

حاصل یہ ہوا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد سارے مذاہب فقہیہ ناپید ہو گئے اور پورے عالم میں اہل حق کے گروہ میں سے صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی باقی رہ گئے تو اب دو ہی صورتیں سامنے رہ گئیں یا تو لوگ اپنی رایوں اور خیالوں کو کافی سمجھ کر دین کو کھیل وتماشا بنالیں اور خواہشات نفسانی کا اتباع کرنے لگیں یا پھر ائمہ اربعہ کے محفوظ اور برحق مذاہب میں سے کسی کی تقلید کر کے اپنے دین کو بچالیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

کی امت کو قیامت تک گمراہی سے بچانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیب سے یہ نظم فرمایا کہ خود بخود لوگوں کے قلوب میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا ہوگئی اور ان کا دین و ایمان اختلاف و انتشار کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ "الانصاف" میں فرماتے ہیں۔

فالتمذهب للمجتهدين سر الهمه الله تعالىٰ العلماء و جمعهم عليه من حيث يشعرون او لا يشعرون۔

ترجمہ:- ائمہ اربعہ کے مذاہب کو اختیار کرلینا ایک راز ہے جو اللہ نے اس امت کے علماء کے قلوب میں ڈال کر انہیں اس پر جمع کردیا۔ خواہ وہ اس کے راز کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے بڑے بڑے علماء کرام اور محدثین عظام گذرے ہیں وہ کے سب ان میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہوئے ہیں۔

حافظ زیلعیؒ، علامہ طیبیؒ، محقق ابن الہمام، ملا علی قاری وغیرہ جو علم حدیث میں جلیل القدر رتبوں کے حامل ہیں حنفی المذھب تھے۔ ابن عبدالبرؒ جیسے عالی مرتبہ محدث مالکی تھے۔ نوویؒ، بغویؒ، خطابیؒ، ذہبیؒ، عسقلانیؒ، قسطلانیؒ، سیوطیؒ، وغیرہ جن کا فن حدیث میں طوطی بولتا ہے شافعی المذہب تھے۔ علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ وغیرہ حنبلی تھے۔

اب تک کے مباحث کا حاصل یہ نکلا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر دوسری صدی تک تو تقلید غیر شخصی ہی رائج رہی۔ پھر دوسری صدی کے بعد تیسری صدی کے اخیر تک تقلید غیر شخصی کم اور تقلید شخصی زیادہ رائج رہی پھر چوتھی صدی ہجری میں تقلید شخصی ہی کے انحصار پر امت کے سواد اعظم کا اجماع ہوگیا۔ جو اللہ کے فضل سے آج تک باقی ہے اور اس امت مرحومہ کے حق میں رحمت الٰہی تائید ربانی اور نصرت غیبی ہے۔ اور بقول صاحب تفسیر احمدی لا مجال فيه للتوجيهات والادلة۔ (تفسیر احمدی ص ۲۹۷)

یہ فضل الٰہی کسی توجیہ اور دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن بدقسمتی سے دھر کچھ لوگوں کو حفاظت شریعت اور ہدایت امت کا یہ غیبی اور ربانی سلسلہ پسند نہیں آیا، اور اس کے

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

خلاف ایک ہنگامہ برپا کر کے اسے ناجائز حرام بدعت بلکہ شرک تک کہنے کی جسارت میں مبتلا ہو گئے اور سادہ لوح عوام کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے انہیں تقلید ائمہ سے روکنا شروع کر دیا...... اس لیے اس سلسلہ میں کتاب و سنت سے کچھ دلائل پیش کیے جاتے ہیں تا کہ حق طلب طبیعتیں مطمئن ہو سکیں۔ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں شخصی اور غیر شخصی اس لیے نفس تقلید کے ثبوت سے ان دونوں کا ثبوت ہو گا۔ کیونکہ مطلق تقلید میں دونوں داخل ہیں۔

تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے

پہلی آیت:- فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون (النحل)

ترجمہ:- اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرو۔

صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بها علی وجوب المراجعة للعلماء فیما لا نعلم (روح المعانی ص۱۴۹،ج۴)

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس بات کا خود علم نہ ہو اس میں علماء کی جانب رجوع کرنا واجب ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ ہجری فرماتے ہیں۔

ولم یختلف العلماء ان العامة علیها تقلید علماء هم وانهم مرادون بقول الله عزوجل فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ واجمعوا علی ان الاعمیٰ لابد له من تقلید غیره ممن یثق بمیزه بالقبلة اذا اشکلت علیه کذالك من لاعلم له ولا بصر بمعنی ما یدین به لا بد له من تقلید عالمه

(جامع بیان العلم وفضلہ ص/۹۸۹، ج/۲)

ترجمہ:- علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام کے لیے اپنے علماء کی تقلید واجب ہے اور اللہ کے قول فاسئلو اهل الذکر الخ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ اندھے پر جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو جس شخص کی تمیز پر اسے بھروسہ ہے قبلہ کے سلسلہ میں اس کی بات ماننی لازم ہے اسی طرح وہ لوگ جو علم اور دینی بصیرت

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

سے عاری ہیں ان کے لیے اپنے عالم کی تقلید لازم ہے۔

ابوبکر احمد علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۲ھ کے حوالہ سے بھی یہ بات گذر چکی ہے کہ اس آیت میں اہل الذکر سے ''اہل علم'' ہی مراد ہیں.......... حاصل یہ کہ اس آیت سے تقلید کا ثبوت نہایت وضاحت اور صراحت سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت:- واذا جاء ھم امرٌ من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (سورۃ النساء پ ۵)

ترجمہ :- جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں۔ اگر پیغمبر خدا اور اپنے میں سے اولی الامر کے پاس اسے لے جاتے تو ان میں جو اہل استنباط (یعنی مجتہدین) ہیں اسے اچھی طرح جان لیتے۔

اس آیت میں از خود عمل کرنے اور اہم معاملات کی تشہیر کو منع کر کے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ مسئلہ کی حقیقت کما حقہ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں نیز اس آیت میں معاملہ کو لوٹانے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ علماء مجتہدین کو شریک کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی جانب رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار واعتماد کی بنا پر ہے اسی طرح مجتہدین کی طرف رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار واعتماد کے ساتھ ہونا چاہئے گو اعتماد کی نوعیت میں دونوں جگہ بڑا فرق ہے۔ اسی چیز کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تفسیر کبیر میں اس آیت سے چند امور اخذ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فثبت ان الاستنباط حجۃٌ والقیاس اما الاستنباط او داخل وفیہ فوجب ان یکون حجۃً اذ ثبت ھذا فنقول الآیۃ دالۃٌ علی امور احدھا ان فی احکام الحوادث ما لا یعرف بالنص بل بالاستنباط وثانیھا ان الاستنباط حجۃ وثالثھا ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث (۱)

(۱) تفسیر کبیر ص ۲۷۲، ج ۳

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ:- تو ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل تو وہ بھی حجت ہوا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ آیت چند امور پر دلالت کرتی ہے (۱) پیش آمدہ مسائل میں بعض ایسے امور ہیں، جو نص سے نہیں بلکہ استنباط سے جانے جاسکتے ہیں (۲) استنباط حجت ہے۔ (۳) عام آدمی کے لیے ان پیش آمدہ مسائل میں علماء کی تقلید واجب ہے۔

تیسری آیت:- یا ایھا الذین آمنو اطیعو االله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ النساء پ۵)

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ اور رسول اور اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔

لفظ" اولی الامر" کی تفسیر، مفسرین کرام نے حکام و سلاطین اور علمائے مجتہدین دونوں سے کی ہے۔ مگر یہاں علمائے مجتہدین مراد لینا زیادہ بہتر اور راجح ہے کیونکہ حکام دینوی احکام دینیہ میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ وہ علمائے شریعت کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ لہذا علمائے کرام حکام دنیاوی کے حاکم اور امیر ہوئے۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں۔

ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفة علی فتاوی العلماء والعلماء فی الحقیقة امراء الامراء فکان خمل لفظ اولی الامر علیھم اولی۔

تفسیر کبیر ص ۳۴۴، ج ۳

ترجمہ:- بے شک امراء و سلاطین کے اعمال علمائے کے فتاویٰ پر موقوف ہیں اور علماء درحقیقت سلاطین کے بھی امیر ہیں تو لفظ" اولی الامر کا ان پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اسلاف میں حضرت ابن عباسؓ حضرت جابرؓ بن عبداللہ حضرت عطاءؒ حضرت مجاہدؒ حضرت حسن بصریؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت امام مالکؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے کہ" اولی الامر" سے علماء فقہاء اور مجتہدین مراد ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر خازن۔ مدارک وغیرہ)

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

یہ بات ذہن میں رہے کہ " اولی الامر " کی تفسیر میں علماء اور فقہاء کا جو لفظ آیا ہے اس سے مجتہدین ہی مراد ہیں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

فان العلماء هم المستنبطون المستخرجون الاحکام (۱)

ترجمہ :- بے شک علماء سے مراد وہ حضرات ہیں جو احکام کا استنباط اور انہیں اخذ کرتے ہیں۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ شریعت میں اولی الامر سے مجتہدین مراد ہیں تو ان کی بھی اتباع واجب ہوئی اور اتباع وہی کرتا ہے جو متبوع کے درجے کو نہ پہونچے تو اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں ہے اس کے لئے کسی مجتہد کی اطاعت اور اس کی تقلید واجب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ مجتہد کا اجتہاد محض حسن ظن کی بنیاد پر مان لیا جائے یا اس سے دلیل طلب کی جائے۔ تو اس کا جواب خود آیت سے طلب کیا جائے چنانچہ "اولی الامر" کو فعل اطاعت کے اعادہ کے بغیر" الرسول "پر عطف کیا گیا ہے۔ جو اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ جس طرح رسول ﷺ کی اطاعت بغیر دلیل طلب کیے ہوئے محض حسن ظن کی بنیاد پر واجب ہے اسی طرح مجتہد کی اطاعت بھی مسائل اجتہادیہ میں حسن ظن کی بنیاد پر دلیل طلب کیے بغیر ہونی چاہئے۔ اگرچہ حسنِ ظن کا منشاء دونوں جگہ الگ ہے۔ پہلی جگہ حسنِ ظن کا منشا ذات رسالت ہے جس کی اطاعت واجب قطعی ہے۔ دوسری ی جگہ حسنِ ظن کا منشاء مجتہد کا تقویٰ اور اس کا علم صحیح ہے جس کی اطاعت واجب ظنی ہے۔ اور کسی مجتہد کی ایسی اطاعت جس کی بیناد حسن ظن ہو اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے ثبوت تقلید اظہر من الشمس ہوگیا۔

احادیث مرفوعہ سے تقلید کا وجوب

۱- عن ابی حذیفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ (ترمذی ص ۲۰۷، ج ۲)

ترجمہ:- ان دونوں کی اقتدا کرو جو میرے بعد ہونگے یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ کی

(۱) روح المعانی ص ۶۵، ج ۵

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

اس حدیث میں شیخین کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ان سے دلیل طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

۲-عن العرباض ابن ساریةؓ یقول قام فینا رسول اللہ ﷺ قال سترون من بعدی اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ (ابن ماجہ ص ۵)

ترجمہ :- عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم میں خطبہ دیا (اور اس کے درمیان فرمایا) میرے بعد تم لوگ بہت سے اختلافات دیکھو گے تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پابندی کرو۔

اس حدیث سے علمائے کرام نے خلفائے راشدین کے عموم میں ائمہ مجتہدین کو بھی داخل کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ حاشیہ ابن ماجہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومن العلماء من کان علی سیرته علیه السلام من العلماء والخلفاء کاالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین والائمة العادلین کعمر بن عبد العزیزؒ کلهم موارد لهذا الحدیث ۔ (انجاح الحاجۃ علی ابن ماجہ ص ۵)

ترجمہ:- جو جناب رسول ﷺ کے طریقے پر ہوں، جیسے چاروں ائمہ اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز سب اس حدیث کے مصداق ہیں۔

علمائے کرام کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے مستند اور معتبر علمائے کرام گذرے ہیں سب نے تقلید کی ہے اور تقلید کے وجوب کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بہت سارے اہم ترین علمائے کرام کے اقوال گذشتہ مباحث میں بیان کیے جا چکے ہیں اگر ان تمام علمائے کرام کے اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر بے پایاں ہو جائے۔ یہاں بطور اختصار۔ مزید چند علماء کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے۔

یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبة الاجتهاد ... مذهب

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

معین من مذاهب المجتهدین (شرح جمع الجوامع بحوالہ خیر التنقید ص ۱۷۵)

عام لوگ اور وہ حضرات جو اجتہاد کے درجے کو نہ پہنچیں ان پر مذاہب مجتہدین میں سے کسی ایک معین کی تقلید واجب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ”حجۃ اللہ“ میں فرماتے ہیں۔

إن هذه المذاهب الاربعة المدوّنة المحرّرة قد اجتمعت الامة او من يعتمد به منها علىٰ جواز تقليدها الىٰ يومنا هذا وفى ذلك من المصالح ما لا يخفىٰ لا سيّما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدّاً واشربت النفوس الهوىٰ واعجب كل ذى رأى برأيه۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۵۴، ج ۱، طبع مصر)

اس میں شک نہیں کہ ان چاروں مذاہب کی اب تک تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت کا یا جنکی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے اجماع ہے اس لیے کہ یہ مدون ہو کر تحریری صورت میں موجود ہیں اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ بھی مخفی نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں بہت ہی زیادہ پست ہو چکی ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی ”شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔

وعليه بنا ابن الصلاح منع التقليد غير الائمة الاربعة۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص ۲۶۹)

اسی بناء پر ابن صلاحؒ نے ائمہ اربعہ“ کے سوا دوسروں کی تقلید سے ممانعت فرمائی ہے۔

علامہ شیخ احمد المعروف بہ ملاّ جیون صاحب ”تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

قد وقع الاجماع علىٰ ان الاتباع إنّما يجوز للاربع وكذا لا يجوز الاتباع لمن حَدث مجتهداً مخالفاً لهم۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

اس پر اجماع ہو گیا کہ اتباع صرف ائمہ اربعہ ہی کی جائز ہے.........ان حضرات کے بعد میں پیدا ہونے والے ان کے مسلک کے مخالف مجتہد کی تقلید درست نہیں۔

انشاء اللہ یہ مختصر مباحث مسئلہ تقلید کی حقیقت سمجھنے میں مفید ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو حق سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1

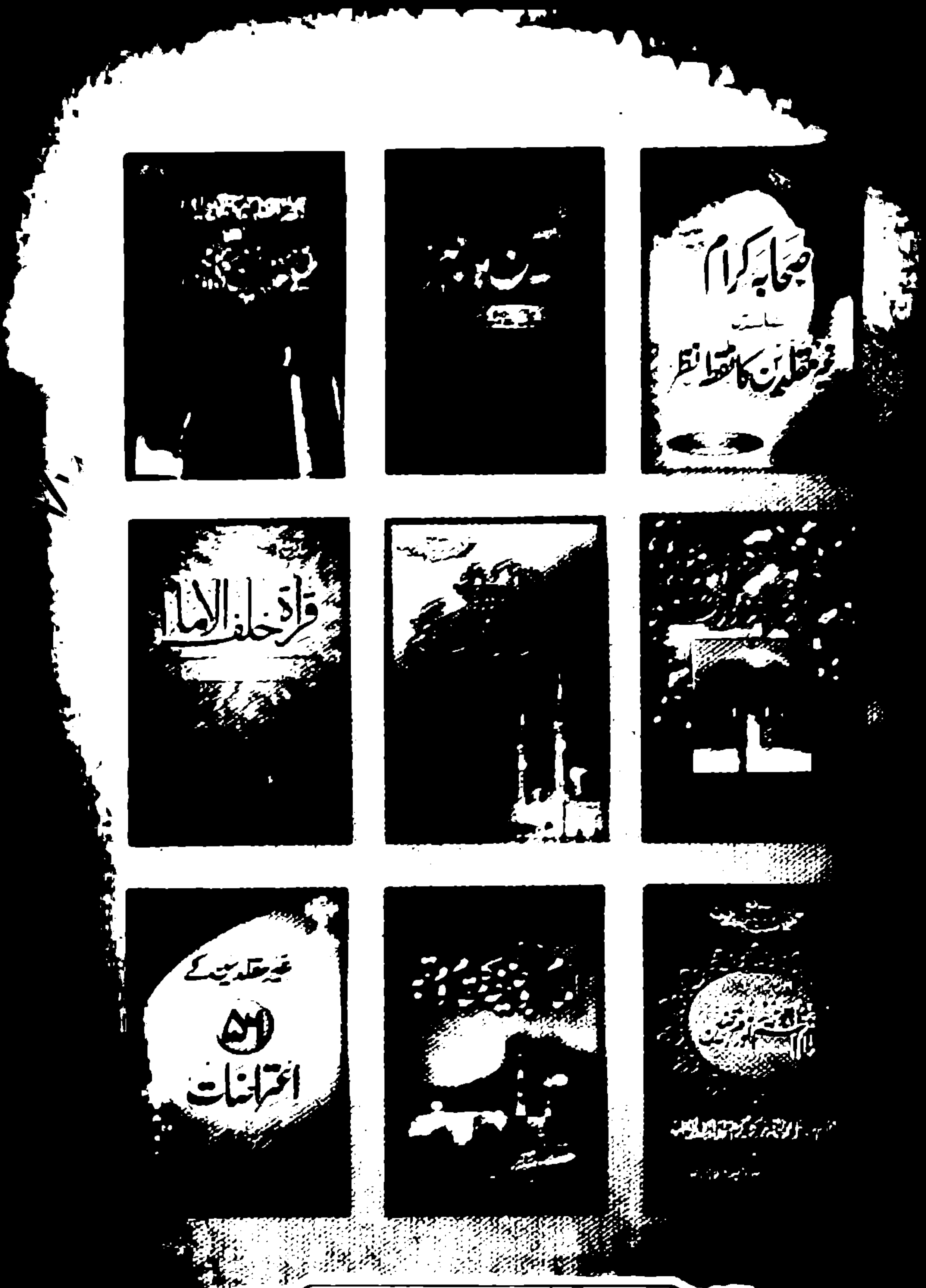

نصیر بک ڈپو

Rs. 6/-

TELEGRAM CHANNEL >>> https://t.me/pasbanehaq1